رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

سالانہ قیمت [illegible]

نور افشاں

[illegible]

[illegible]

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۰	ہفتہ وار ہر جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۳ فروری سنہ ۱۹۲۲ء	نمبر ۵

مخزن المسیحی

[illegible]

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

[illegible]

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ
ضلع گورداسپور

دستور العمل نور افشاں

[illegible]

شرح اجرت اشتہارات

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودھیانہ

سنہ ۱۸۹۱ء سے قائم ہوا ہے

یہ بورڈنگ سکول مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے پہلی اپریل ۱۹۲۱ء سے پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی نگرانی کر دی ہیں جس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بہتر ہو گیا ہے۔

حصہ ائی کے طالب علم بڑی معقول تعلیم [illegible] ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

خرچ خوراک وغیرہ پرائمری فی طالب علم ۴ روپے اور اپر پرائمری سے ہائی تک چھ روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری نرخ ہے متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم اور کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں ہر کتا ... سے ... تک ... مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں

مژدہ

مینیجر نورافشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو خریدار ایک نیا خریدار نورافشاں بنا کر اس کا پتہ مینیجر کے دفتر میں بھیج دیوے اور اُن کے نام پر نورافشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرا دیوے تو ایسے خریدار کو ایک سال مفت نورافشاں دیا جائیگا

مینیجر نورافشان

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰ کالم ۳ سے آگے)

عنوان پر کتاب لکھی ہے جس کا اُردو میں ترجمہ ہو کر چھپا ہے۔ اس کا نام انہوں نے پچھان میں ترت کا گھر رکھا ہے۔ اس میں انہوں نے بخوبی بیان کیا ہے کہ اُن کے کام کی کامیابی کا راز کیا ہے۔ وہ ہے دعا کا کمرہ جہاں وہ اور اُن کے سکول کی لڑکیاں اکثر دعا میں غرق رہتی ہیں۔ اپنی ضرورتوں کو وہاں سے حاصل کرتی ہیں۔ یہ کتاب اپنے سادہ بیان کی خوبی اور صداقت کے اظہار کو ایسے طرز سے ظاہر کرتی ہے کہ اس میں کسی طرح کا تصنع یا بناوٹ نہیں پائی جاتی۔ میں اُن باتوں کی تشریح یہاں نہیں کرنا چاہتا۔ ناظرین خود اس کتاب کا ملاحظہ فرماویں۔ قابل دید ہے۔ انگریزی اور اُردو دونوں میں منگا کر دیکھیں۔ خدمت قابل دید بلکہ سکولوں کے واسطے قابل تقلید ہے۔ اگر ایسی ترت پچھان گورنمنٹ سکول میں پیدا ہو سکتی ہے تو ہمارے امریکن مشن کے سکولوں میں کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کی وجہ خاص ہے جس کمیل ہر ایک سے شخصی تعلق رکھتی ہے۔ ایک ایک لڑکی سے۔ ایک ایک آدمی سے۔ شہر کے لوگوں سے الگ مسیحیوں سے الگ۔ ہر ایک سے ان کا منشا دعا کرنا خدمت کرنا۔

انہوں نے ٹیچری کے کام کو اختیار کر کے واقعی انجیل کی خوب خدمت کی ہے۔ پہلے تو میں ان کا مخالف تھا کہ انہوں نے ٹھیک نہیں کیا مگر اُن کا کام دیکھ کر اور اس کے نتائج سے خداوند کے جلال کو معلوم کر کے دل خوشی اور شکرگزاری سے بھر گیا۔ اُردو میں یہ کتاب ... بک ڈپو سے ... ملتی ہے۔ میری دعا ہے۔

تیری قبول ہو خدمت مسیح کے حضور
تیرا کمال بڑھے عمر جاوداں کی طرح

دعاگو۔ واعظ

دیہاتی مسیحیوں کی موجودہ حالت

قابل توجہ گورنمنٹ آف انڈیا

پنجاب کے دیہاتی مسیحی آباؤ اجداد سے کاشت پیشہ ہیں اور بعض کاشت ہی پر ان کی زندگی کا انحصار ہے اور صرف گنتی کے افراد ہیں جن کے پاس گورنمنٹ کی عطا شدہ اراضیات ہیں اور بے شمار ہیں جن کی اپنی زمینیں نہیں ہیں وہ مالکان اراضیات سے بشرح ثلث یا حصہ چہارم اراضیات کاشت کے لئے لیکر بطور مزارعان بسر اوقات کرتے ہیں اور کمال دیانتداری سے بعض مالکان اراضیات و سرکار فرائض ادا کر رہے ہیں لیکن چونکہ موجودہ صورت حال مسیحیوں کا نہایت قابل افسوس ہے اور اُن کی تکلیفات ناقابل برداشت ہیں اسلئے سکو سے ہم بادل ملتمس ہیں کہ ملک کثرت آبادکاران و مزارعان کی وجہ سے غریب مسیحیوں کو اراضیات کاشت کے لئے میسر ہونا سخت دشوار ہو گیا ہے اور اکثر جگہ پہ مالکان اراضیات قصداً مسیحی مزارعان کو زمین کاشت کے لئے نہیں دیتے اور مسیحی مزارعین بحالت خانہ بدوشی اور آوارہ زندگی کے خطرات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور چونکہ مسیحی لوگ ملک پنجاب کے قدیم باشندگان کی اولاد ہیں اور جفاکش اور محنتی اقوام میں سے ہیں اور یہی باعث ہے کہ جنگ عظیم کی سخت آزمائش کے وقت مسیحی جوانوں کی ایک کافی تعداد پنجاب سے میدان جنگ کے لئے منتخب کی گئی تھی اس لئے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں التجا کی جاتی ہے کہ مسیحی مزارعان کی حالت موجودہ پر رحم فرمایا جاوے اور نئے جنگلات قدیمہ دیگر اقوام کے ساتھ قیمتاً اراضیات عطا فرما کر ممنون فرمایا جاوے تاکہ مسیحی لوگ موجودہ خطرات کے شکار ہو کر اپنی ہستی کو کھو نہ دیں اور دیگر اقوام کے ساتھ ساتھ اپنی قومیت کو آراستہ کرنے میں پیچھے نہ رہ جائیں

خادم۔ پادری [illegible] جنڈیالہ شیر خاں۔ ضلع شیخوپورہ

نور افشاں

مطبوعہ ۳۔ فروری ۱۹۲۲ء

خداوند یسوع مسیح اور خدا باپ

پرانا عہدنامہ الٰہی توحید پر ایک سچی کامل کتاب ہے جس نے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے تمام دنیا کو واحد خدا کا علم و عقیدہ دیا۔ اس الٰہی وحدانیت کے شاہد گواہ نے خدا کو جو اسما اور جو صفات دیئے ہیں گو وہ بجائے خود اعلیٰ و افضل اسما ہیں ان اسما و صفات سے پرانے عہد کے معبود موصوف کی بابت اس قدر جان سکتے ہیں جس قدر مسیحیت کو چھوڑ کر باقی دنیا کے تمام مذاہب کی کل دینی کتابوں کے مجموعہ کی تعلیم سے نہیں جان سکتے ہیں۔ پرانا عہدنامہ خدا کی وحدانیت کے عقیدہ اور دیگر مذہبی صداقتوں کے اعتبار سے واقعی عجیب و غریب کتاب ہے پر اسے نئے عہد کی سخت ضرورت تھی۔ اس کی تکمیل اسی سے ہوسکتی تھی۔ نئے عہد کے پیرو خداوند یسوع مسیح نے ہمیشہ پرانے عہد کی عزت کی۔ مگر جب اس نے اپنی خدمت کے دنوں میں خدا کا نام بار بار ابا باپ کہہ کر لیا۔ اسے یہ مبارک اسم جان سے بھی عزیز تھا تنگ سمجھ کے لوگ اسے کفر کہہ دیں گے۔ پرانی لکیر کے فقیر اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ تعصب کے اندھے کہیں گے کہ خدا کے دوسرے نام اسم باپ سے بڑے ہیں۔ مگر اہل حق خدا کی ابوت کی عظمت فضیلت کو سمجھ سکتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ خدا کے سینکڑوں۔ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں نام ہوسکتے ہیں۔ ہر ایک نام کے کچھ نہ کچھ معنے ہوسکتے ہیں۔ ہر ایک معنی میں کسی نہ کسی خوبی کا اظہار ہوسکتا ہے۔ مگر جو بات بڑے دعوے کے ساتھ کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام اسمائے الٰہی میں اگر خدا کی ابوت کا خیال پایا جائے تو وہ تمام اسما انسان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسا کہ خود اسم خدا انسان کیلئے سربستہ راز ہے۔ کیونکہ وہ تمام انسانی ذات سے غیر متعلق اور بلا نسبت ہیں۔ لہذا ان سے خدا کی بابت انسان کچھ معلوم ہی نہیں کرسکتا اگر ان سے کچھ معلوم بھی ہوتا ہے تو اس قدر ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کوئی نہایت ہی بڑی چیز ہے اور کوئی ڈراؤنی ہستی ہے جس کے تصور ہی سے انسان کو کانپ چڑھ جاتا ہے۔ پس بغیر اسم باپ کے خدا کے تمام اسما خدا کا کامل و درست تصور انسان کو دے نہیں سکتے ہیں۔ ہمارا یہ وہ دعویٰ ہے جس پر مسیحیت کا عرفان الٰہی مبنی ہے۔ مسیحیت کے عرفان الٰہی کی بنیاد خدا کے باپ ہونے کا اعتقاد ہے۔

اسم باپ ان تمام اسماء میں اعلیٰ و ارفع جگہ رکھتا ہے۔ جو انسانی علم کی معلومات میں داخل ہوچکے ہیں یا اسم باپ انسان کے اسمائے نسبتی میں سب سے افضل جگہ رکھتا ہے۔ فقط اسم باپ سے زیادہ پیارا اور مقدس اور قابل عزت نام انسانی لغات ہی میں دوسرا نہیں ہے۔ ہر ایک بشر کو جو وابستگی اس مقدس اسم کے ساتھ ہے اور جو علم و عرفان انسان کا اس نام سے وابستہ ہے وہ کسی دوسرے نام سے نسبتہً اور نہ ہوسکتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کا خدا کو باپ کہنا ہی خدا کو بنی آدم پر ظاہر کرنا تھا۔ اور آپ نے ایسی خصلت و سیرت بتائی تھی جو کہ شان و بزرگی کے لائق تھی۔

خدا کے اسماء میں سے بعض ذیل کے اسما مشہور ہیں مثلاً اللہ۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المومن۔ المہیمن۔ العزیز۔ الجبار۔ المتکبر۔ الخالق۔ الباری۔ المصور۔ الغفار۔ القہار۔ الرب الوہاب۔ الرزاق۔ الفتاح۔ العلیم۔ القابض۔ الباسط۔ الحافظ۔ الرافع۔ المعز۔ المذل۔ السمیع۔ البصیر۔ الحکم۔ العدل۔ اللطیف۔ الخبیر۔ الحلیم۔ العظیم۔ الکبیر۔ العلی۔ الحفیظ وغیرہ ایسے اسما ہیں جو اگرچہ کچھ کچھ خود اپنے معنی اور موصوف کی کچھ تعریف کرتے ہیں۔ پر در حقیقت ایسے ایسے تمام عمدہ اسما کا مجموعہ بھی کسی انسان پر اپنے موصوف ہستی کی وہ خوبی ظاہر نہیں کرسکتا جو ذات الٰہی کی خوبی اسم باپ کرتا ہے۔ یہ تمام اسما اپنے مسمی اور موصوف کو ایسی سیرت و خصلت کا لباس پہناتے ہیں۔ جو انسان کے دل پر محض خوف و دہشت و ہیبت کے سوا اور کوئی زبردست اثر پیدا نہیں کرتے ہیں یا ایک غلامانہ اطاعت و امید کے تصور کو جاگزیں کرتے ہیں۔ ان اسما سے الٰہی الوہیت کا تصور ضرور ہوجاتا ہے جو محبت سے بالکلیہ خالی ہو۔ کسی عارف حق کو ان معانی کا الٰہی تصور دلکش نہیں۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک باپ اپنے ننھے بچے کو گود میں لئے بیٹھا تھا ہمیشہ بدمزاج ہوکر اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص مرگیا۔ بچہ کچھ ہوش میں آچکا تھا۔ اس کی وفات کے چند یوم بعد وہ ماں سے پوچھنے لگا کہ میرا باپ کہاں ہے۔ ماں نے غمگین دل سے کہا کہ بیٹا وہ بہشت میں ہے لڑکا بے ساختہ بول اٹھا کہ ماں میں کبھی بہشت میں نہ جاؤنگا۔ ماں بہت سمجھاتی رہی کہ بیٹا ایسا مت کہو۔ مگر بیٹا یہی کہتا رہا کہ میں بہشت میں ہرگز نہ جاؤں گا وہاں تو ابا جی ہوتا ہے۔

یہی حال اُن عارفوں کا ہے جن کو حق کی پہچان حاصل ہو چکی ہے۔ وہ کسی ایسی ہستی کا تصور نہیں کر سکتے جو خدا کی ابوت سے خالی ہو۔ وہ ایسا تصور بے رنگ اور بے مزا ہوتا ہے۔ ایسے خدا کو ہرگز انسان پیار نہیں کر سکتا۔ عابد ایسے آہنی تصور کے تابع محبت کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ ایسا معبود اور عابد ایک جگہ اور وقت اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ جیسے شیر ببر کے روبرو بکری کو تسلی نہیں مل سکتی ویسے ہی اس معبود کے تصور سے جو ابوت سے خالی ہو عابد کو تسلی نہیں مل سکتی ہے۔

لوگ بلاشک ایسے خدا کا کام سمجھتے ہیں۔ اس کی مرضی پر اسی طرح چلنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح ہم ہندوستانی قیصر ہند اور انگلش گورنمنٹ کی عزت کرتے ہیں۔ ہماری فرمانبرداری قانونی فرمانبرداری ہے۔ یہ ہماری دلی محبت اور رغبت کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ سزا کے خوف سے ہم اطاعت کر چھوڑتے ہیں۔ ایسے ہی ان لوگوں کا حال ہے جو خدا کی ابوت سے خالی ہیں۔ وہ فرض ادا کرنے کو سب کچھ کرتے ہیں مگر محبت سے کچھ نہیں کرتے اور نہ محبت کی اطاعت کا ان کا تقاضا ہے اور نہ وہ محبت کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اعتقاد کا خدا ہی محبت سے خالی ہے۔ ابوت سے محروم ہے۔ تو پھر محبت کا تصور کہاں سے آئے۔

ہمیں بہت خدا پرستوں کے حالات معلوم ہیں جو ایسے خدا کے معتقد رہے جو ابوت و محبت سے خالی سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے ہمیں فرد واحد کا نام یاد نہیں جس کی خدا پرستی خود غرضی سے خالی اور خود انکاری و جان نثاری کی خدا پرستی ہو۔ ایسے اصحاب کی خدا پرستی میں خود انکاری و جان نثاری کا عنصر پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں صرف خدا کی ابوت و محبت کے عقیدہ سے ہی پیدا ہو سکتی ہیں

خداوند یسوع مسیح کا خدا صاحب ابوت و محبت تھا۔ خدا کے اس اعلیٰ تصور کے ساتھ اور خدا کی اعلیٰ علمیت کے ساتھ یسوع مسیح میں بنوت کا اعتقاد پیدا ہوا۔ خدا کی ابوت و محبت کے اعتقاد نے یسوع مسیح میں خدا کی محبت و عزت و فرمانبرداری و وفاداری کوٹ کوٹ کر بھر دی کہ گو اس نے دنیا کی تمام مخالف طاقتوں کے صدموں کے سبب اپنی زندگی دے دی مگر خدا کی بنوت ہاتھ سے جانے نہ دی۔ کیسے اپنے باپ کی ابوت و محبت و وفاداری و فرمانبرداری اس طرح کر دکھائی جو آج تک کسی کے خواب و خیال میں نہیں آئی۔ خدا کی ابوت و محبت کے منکرین یسوع ناصری کی بنوت کی فرمانبرداری کی مثال نہیں دے سکتے ہیں۔

شاید ابوت الٰہی کے منکرین کسی کو بطور مثال پیش کر کے اس کے گلے میں اپنی خوش اعتقادیوں کے ہار ڈال کر دنیا کے روبرو بیٹھ کر خدا پرستی کے داغ کو دور کریں۔ چنانچہ کیا گیا ہے مگر اس بات کو یاد رکھا جائے کہ جو بات اصول سے خارج ہے فروع میں تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ جو خدا ابوت و محبت سے خالی ہے وہ اپنے پرستاروں میں محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر ایسے خدا کے معتقدوں میں محبت کی اطاعت و قربانی کی کوئی مثال مل بھی جائے تو وہ محبت و قربانی کا خیال و اعتقاد باہر سے ہی لیا ہوگا تاکہ ضرورت پوری ہو جائے۔

پس ہم دلیری سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ مسیحیت سے باہر گو خدا پرستی کے خیالات و رسومات و ظہورات پائے جاتے ہیں۔ مگر وہ تمام ظلمی و رسوم و عقائد ناقص اور ابتدائی حالت کے ہیں۔ خدا کی عبادت و پرستش کے جو عقائد و رسوم مسیحیت میں آئے ہیں وہ قدرتی اور اصلی ہیں۔ خدا کی ابوت اور انسان کی بنوت کا عقیدہ ہی خدا کے عرفان کا اکمل اصول ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا درست راستہ ہے جو اصحاب خدا کی ابوت کے منکر ہیں وہ خدا کی محبت کے بھی منکر ہیں اور جو خدا کی محبت کے منکر ہیں وہ خدا کے بھی ہیں۔ کیونکہ خدا محبت ہے۔

یسوع مسیح مظہر اللہ ہے

بعض لوگ کیا مسیح خدا ہے کی سرخی دے کر لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا مسیحی یسوع مسیح کو خدا مانتی ہے۔ یہ ان کا بہتان عظیم ہے۔ یہ ایک پرفریب اور پردہ سرخی ہے۔ جس میں حق و باطل بیچ کیا گیا ہے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے کل مسیحی یسوع مسیح کی بابت یہ عقیدہ رکھتے آئے ہیں کہ یسوع مسیح کلمۃ اللہ و روح اللہ و مظہر اللہ ہونے کے ساتھ خود ایک کامل انسان ہے وہ ایک انسان ماں کا بیٹا ہے۔ اس کی اپنی انسانیت اور اس کی والدہ کی انسانیت اس کے مظہر اللہ ہونے کی کبھی مانع نہیں ہوئی۔ اس لئے اگر حضرت یوسف کو یسوع مسیح کا حقیقی باپ مانا جائے جیسا کہ لوگ ثابت کرتے ہیں۔ تو اس کے کلمۃ اللہ و روح اللہ و مظہر اللہ ہونے میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص خداوند یسوع مسیح کو حضرت یوسف و مریم کا حقیقی بیٹا مان کر اسے مظہر اللہ تسلیم کرے تو ہم نہیں جانتے کہ لوگ ایسے شخص کو کیوں عیسائیت کا منکر کہتے ہیں۔ منقول پیغام صلح

عیسائیت رخصت ہو رہی ہے

کی سرخی دیکر لکھتا ہے۔ مغرب عیسائیت سے بیزار ہو چکا ہے۔ کیمبرج میں جو چرچ مشن کانگریس حال ہی میں منعقد ہوئی ہے۔ اس میں اس آواز کو بار بار اٹھایا گیا ہے۔ یہ کانگریس ڈاکٹر میکر، ریورنڈ پارسن، ریورنڈ [illegible] رپن ہال کے پرنسپل ڈین آف کارلائل جیسے صاحب ذہانت اور روشن ضمیر فضلا کی سعی سے منعقد ہوئی جن خیالات کا اظہار [illegible] کیا گیا وہ مقررین کی [illegible]



اصد ارشمندی کا کافی ثبوت ہیں۔ رومن کیتھولک عیسائیوں کی موجودگی میں ان لوگوں نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ حق اور صداقت کا اظہار کیا اور عقیدہ میں تبدیلی کر نہایت سختی کے ساتھ محسوس کیا۔ یہ فیصلہ جس کا نام اوپر دیا جا چکا ہے۔ انہوں نے بالاتفاق اس امر کو پیش کیا کہ الوہیت مسیح کا مسئلہ ناقابل قبول ہے۔ اناجیل میں اس کی کوئی سند نہیں۔ مسیح نے ان کے علم میں کبھی خدا یا خدا کا اوتار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اس بات کی حمایت کی کہ یسوع صرف انسان تھا۔ اس کا جسم زوال پذیر اور موت کا شکار ہونے والا تھا اور وہ انسانی جذبات اور احساسات سے بھرا ہوا دل رکھتا تھا۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ وہ جیسا کہ عام طور پر گرجوں میں بیان کیا جاتا ہے عالم الغیب نہ تھا۔ مطبوعہ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء لاہور۔ اس عبارت سے البتہ ایک حد تک مسیحی عقیدہ کی اصلاح و درستی کا مطلب تو نکل سکتا ہے۔ پر یہ مرزائی دوستوں کی بصیرت کی زیادتی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اس سے عیسائیت کو رخصت ہی کر چھوڑا ہے۔ کیا محمدی عقیدہ کی تبدیلی سے مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان محمدیت کو رخصت کر بیٹھے ہیں! ہرگز نہیں۔ مرزائی ہونے پر بھی محمدی ہونے کے مدعی ہیں۔ ایسا ہی حال عیسائیوں کا سمجھو۔ عقیدہ کی تبدیلی سے پرانا عقیدہ تو رخصت ہو سکتا ہے مگر عیسائیت قائم رہ سکتی ہے۔ موحدین بھی عیسائی ہیں ان کو یونیٹیرین کہتے ہیں۔ پس یہ مدیر پیغام کی غلطی ہے جس نے عقیدہ کی اصلاح سے عیسائیت کے رخصت ہونے کا وہم ایجاد کر لیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یسوع مسیح کو محض بشر یقین کرنے والے بھی مسیحی کہلا سکتے ہیں اور کہلاتے آئے ہیں۔

مدیر پیغام صلح کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ کسی مذہب کا الٰہی تصور ان معانی کا ہے کہ اس کے ظہور کو کل مخلوقات میں کرا نظارہ کا کوئی واحد شے مانع ہے اور مانع ہو سکتی ہے بلکہ کل کائنات مگر اس کا مظہر ہے بخصوصاً انسان اس کا مظہر قرار پایا ہے۔ کیونکہ کہا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یسوع مسیح انسان تھا اس لئے وہ خدا کی صورت اور خدا کا مظہر ہے۔ آپ کہینگے کہ پھر یسوع مسیح کو مظہر اللہ ہونے کے اعتبار سے کیا تخصیص رہی؟ سو آپ یسوع مسیح کی تخصیص کے لئے پریشان نہ ہوویں خدا کے ظہور لاکھوں اقسام کے ہو سکتے ہیں اور اس کے مظہر بھی لاکھوں اقسام کے ہو سکتے ہیں جو خاص اور یسوع مسیح کو مظہر اللہ بناتے ہیں وہ کسی دوسرے مظہر اللہ کو خاص نہیں کرتے ہیں۔ یسوع مسیح جن معانی و مطالب کا مظہر اللہ ہے وہ معانی و مطالب من کل الوجوہ کسی دوسرے مظہر اللہ میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ اب اگر مظہر اللہ کی بابت اس مسیحی عقیدہ کی صحت قبول کر لی جائے تو مسیحی یسوع مسیح کے بالتخصیص مظہر اللہ ہونے کا بیان کر سکتا ہے۔

شراب کے ٹھیکے

آجکل سرکار شراب کے ٹھیکے نیلام کر رہی ہے اور عجیب معاملہ یہ ہے کہ جنہیں شراب کے خلاف جنگ کی شدت کے درمیان شراب کے ٹھیکہ دار بھی کھڑے ہو گئے ہیں اور ہزاروں روپیہ کے ٹھیکے لے کر مخالفین شراب کا نہ صرف منہ چڑا رہے ہیں بلکہ کانگرس کے سینکڑوں رضاکاروں کے لئے جیلخانے جانے کے سین گرفتاری خرید رہے ہیں۔ ہم شراب کے ٹھیکہ داروں کی جرأت اور دلیری کو دیکھ کر حیران ہیں۔ انہوں نے ایک پورے سال بھر شراب فروشی کی مشکلات کو دیکھتے اور جانتے ہوئے جو نئے ٹھیکہ شراب کے لئے ہیں تو کس ہمت پر لئے ہیں

اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو ملک کے جیلخانوں میں سینکڑوں شراب کے خلاف جنگ کرنے کے جرم میں ٹھونسے گئے ہیں۔ گو وہ فریق عمل میں غلطی کر کے جیل میں گئے ہیں مگر ان کے جیل میں جانے کا اصل باعث شراب ہی تھی۔ کیا شراب کے ٹھیکہ داروں کو ان غیرتمندوں کی تکالیف سے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ کیا انہیں ان لوگوں سے مطلق ہمدردی نہیں جن کی شراب پینے کی عادت کے سر پر ٹھیکے لئے گئے ہیں! کیا ٹھیکہ داروں کو ہم وطن شرابیوں کے بال بچوں سے کچھ بھی ہمدردی نہیں ہے۔ جن بے خبر و بے گناہوں کی تباہی کے لئے شراب کے ٹھیکے لئے گئے ہیں۔ اگر شراب کے ٹھیکہ دار انسانی ہمدردی سے بالکل خالی ہو گئے ہیں تو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیوں انسانی ہمدردی کے مستحق کہے جاتے ہیں؟ ہم سنتے ہیں کہ لاہور میں مندرجہ ذیل ٹھیکے نیلام ہو چکے ہیں۔ بال رام انگریزی شراب ریلوے سٹیشن ۲۹ ہزار کا ٹھیکہ لیا ہے۔

آتما رام لوہاری ۳۸۰ ہزار کا ٹھیکہ

نظیر محمد وصولی منڈی ۳۹۰ ہزار کا ٹھیکہ

گنیش داس رام ناتھ لاہور چھاؤنی ۴۳ ہزار کا ٹھیکہ۔ یہ صرف لاہور میں شراب کے ٹھیکے نیلام ہوئے ہیں۔ لوگ ناحق گورنمنٹ کا گلہ کرتے ہیں۔ یہ اپنے بھائیوں کا درد نہیں دیکھتے کہ وہ خود ہزاروں کی بھری تھیلیاں سرکار کو دے کر ملک کے لئے بربادی خریدتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ٹھیکے نہ لیتے تو گورنمنٹ شراب کے ٹھیکے ان کے سر پر نہ لادتی۔ پس ملک میں شراب کو لوگوں تک پہنچانے والے شراب کے ٹھیکہ دار ہیں۔ اگر یہ لوگ شراب فروشی چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کریں اور ان کی جگہ کوئی دوسرا ٹھیکہ دار کھڑا نہ ہووے تو لاہور سے شراب رخصت سمجھو۔ مگر

ہند سے جلاوطنی تو رخصت ہو سکتی ہے۔ برائی رخصت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہند میں برائی کی معاونت فرزندی کرنے والے بہت ہیں۔

تحصیلِ حکومت کے وسائل

ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ تمام ہندوستانی ملکی حکومت کے طالب ہیں۔ ایک گروہ ملکی حکومت کو غیر ملکی حکومت کی فرمانبرداری سے لینا چاہتا ہے۔ یہ گروہ فی الحال بھی غیر ملکی حکومت کا دوست ہے۔ موجودہ انتظام حکومت اس گروہ کے مشورہ سے چل رہا ہے۔ اس فریق کے طرز عمل کا دوسرا گروہ مخالف ہے۔

گورنمنٹ کا مخالف فریق وہ گروہ ہے جو نیشنل کانگریس کا پیرو ہے۔ اس گروہ کا لیڈر مسٹر گاندھی ہے۔ اس گروہ کا مدعا بالجزم دو چیزیں ہیں۔ ان میں سے اول بات یہ ہے کہ موجودہ گورنمنٹ کو تباہ کرنا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی جگہ سوراجیہ قائم کرنا ہے۔ نیشنل کانگریس اور اس کی تمام شاخیں اور اس کے تمام لائق لیڈر ابتک ان وسائل سے کام لیتے آئے ہیں جو موجودہ گورنمنٹ کو تنگ کر سکتے تھے مثلاً گورنمنٹ کے تمام محکموں کی ملازمتیں ترک کرنا۔ مدارس اور کالجوں سے قطع تعلق کرنا۔ خطابات واپس کرنا۔ وکالت کا کام ترک کرنا۔ غیر ملکی کپڑا اور اسباب سے قطع تعلق کرنا۔ سول نافرمانی کرنا یعنی محصول و معاملہ وغیرہ نہ دینا۔ یہ تمام تدابیر و وسائل موجودہ گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے لئے تجویز ہوئے تھے مگر جہاں تک ملک کا تجربہ ہے وہاں تک یہی بات دیکھنے میں آئی ہے کہ یہ وسائل حصول حکومت میں کارگر ثابت نہیں ہو سکے۔

خیال و دماغ میں عدم تعاون کا پروگرام ایسا سہل الحصول اور سہل العمل معلوم ہوتا تھا کہ ہر کس و ناکس اسے قبول کرنے میں تامل نہ کر سکا۔ خصوصاً اس سبب کی آسانی سے کون نہیں سمجھ سکتا کہ اگر گورنمنٹ کے تمام ادنیٰ سے اعلیٰ محکموں کی ایکدم ملازمت چھوڑ دی جائے۔ تمام غیر ملکی چیزوں کی تجارت بند کر دی جائے۔ تمام ہندوستانی حاصل اور محصول وغیرہ دینے سے منکر ہو جائیں تو موجودہ گورنمنٹ کی زندگی ختم ہے۔ اس کی مشین کی حرکت ایکایک بند ہو جائیگی مگر نیشنل کانگریس نے ایک سال کی کوشش بلیغ کے بعد یہ دیکھا کہ گورنمنٹ کی مشین کا ایک ادنیٰ پرزہ بھی کام کرنے سے باز نہ آیا۔ بلکہ گورنمنٹ کی مشین کا ہر ایک پرزہ ایسی حرکت میں آیا کہ نیشنل کانگریس کے تمام پیشواؤں کو بھی گورنمنٹ کے تحرک کا اعتراف ہے۔

اس پر بھی اہل کانگریس کہتے ہیں کہ کیا مضائقہ ہے؟ ہماری کوشش ہو رہی ہے۔ ہماری جنگ ختم نہیں ہوئی ہمارے پاس موجودہ گورنمنٹ کو برباد کرنے کے اور آلے بھی ہیں۔ وہ آلے پرامن عدم تعاون کے، غیر ملکی تجارت کا بائیکاٹ کرنے کے اور سول نافرمانی کے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ایسے زبردست ہتھیار ہیں کہ جن پر کوئی غالب نہیں آ سکتا بلکہ یہ ہر غالب کو مغلوب کرنے والے ہیں مگر اس پر بھی ہم چاہتے ہیں کہ ان ہتھیاروں کے استعمال کرنے سے پیشتر نہ صرف ان ہتھیاروں کی مضبوطی کو دیکھیں بلکہ ان کی مضبوطی اور پائداری کی طرف توجہ کریں جو ان کا استعمال کرنے والے ہیں۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک پنشن یافتہ صوبیدار ایک گاؤں میں اپنے ایک دوست کو ملنے گیا۔ وہ بوڑھا اور کسی قدر بوجھل ہو گیا تھا۔ اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر دوست کے ہاں جا پہنچا۔ جب وہاں پہنچا تو دوست نے آپ کی خوب تواضع کی۔ واپسی کا وقت قریب آ گیا تو آپ کو گھوڑی پر سوار ہونا تھا خود بوجھل ہونے کے باعث سوار نہ ہو سکتا تھا۔ دوست نے دو جوان بیٹے کہ آپ کو گھوڑی پر سوار کرا دیں۔ ایک نے دوسری طرف جا کر آپ کو دبایا۔ دوسرے نے سہارا دیکر صوبیدار صاحب کو اوپر اٹھایا۔ صوبیدار گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ مگر وہ دونوں جوان صوبیدار صاحب کی حالت و صورت دیکھ کر مسکرانے لگے۔ جب صوبیدار نے مسکراتا دیکھا کہا جوانو سنو۔ تم دونوں نے مجھے گھوڑی پر سوار کرا دیا ہے اور مجھ پر ہنستے ہو مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ اب مجھے گھوڑی پر سے اتارنے کے لئے تمہارے جیسے ۵۰ جوان کافی نہیں ہیں۔ گھوڑی کو ایڑی لگا صوبیدار چلدیا۔ یہیں سبق اس بات کو دیکھنا چاہئے کہ جن صاحبان کو ہم نے ایک ہی بار حکومت کر دیا ہے ان کو اقتدار و اقتدار کے گھوڑے سے اتارنا چاہتے ہیں۔ امر مشورہ ہے خواہ وہ ہماری نظروں میں کیسے ہی مضحکہ خیز خیال کئے جاتے ہوں۔

ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ پرامن عدم تعاون ایک زبردست ہتھیار ہے جو خداوند یسوع مسیح نے چلایا اور استعمال کیا تھا۔ اس نے جن چیزوں سے عدم تعاون کیا تھا ان سے اپنی زندگی کے آخری وقت تک عدم تعاون کیا۔ وہ امن و تحمل کو بائبل جانتا تھا۔ اس لئے اس نے خود کبھی امن شکنی نہ کی نہ پطرس جیسوں کو کرنے دی۔ اس نے عدالت میں اپنی کوئی صفائی پیش نہ کی۔ نہ عدالت میں وکیل کیا۔ نہ اپیل کی۔ تو بھی وہ کہا کرتا تھا کہ جو قیصر کی چیزیں ہیں وہ قیصر کو دو اور جو خدا کی ہیں وہ خدا کو دو۔

مگر ہمارے عدم تعاون میں پرامن کی قید عارضی ہے۔ یہ قید تب تک کے لئے ہے جب تک ہمیں تشدد کرنے کا مقدور حاصل نہ ہو۔ ہم قیصر کا حق قیصر کو دینا پسند نہیں کرتے۔ ہنوز خدا کا حق ہمارے ذمے ہے۔ اس کے سوا ہم ایک سال کی لگاتار کوشش سے ناکام رہ چکے ہیں۔ اس لئے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ گو عدم تعاون کا ہتھیار زبردست تھا مگر وہ اس قدر بھاری ہے کہ اس کا چلانا تو ایک طرف ہم اسے اٹھا بھی نہیں سکتے۔ اس کا بوجھ گورنمنٹ پر کچھ بھی نہیں اٹھا سکیں بالکہ ہے۔





۲- دوسرا بڑا اور زبردست ہتھیار جو عمل میں لانے کے لئے کانگریس نے بنایا ہے وہ سول نافرمانی کا ہتھیار ہے۔ سول نافرمانی سے یہ مراد سمجھی گئی ہے کہ ہم حکام وقت کا کہنا نہ مانیں۔ گاؤں کے نمبردار اور چوکیدار اور ذیلدار وغیرہ اپنے کاموں سے دستبردار ہو جائیں۔ گاؤں میں ان کی جگہ کوئی آدمی کھڑا نہ ہو۔ ہر ایک زمیندار زمین کا معاملہ وغیرہ دینا بند کر دے۔ جب سرکار معاملہ وصول کرنے کے لئے ان کے گھر بار اور مال اسباب کو نیلام کرے تو اسے کوئی ہندوستانی نہ خریدے۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ حکومت کے قدم اکھڑ جائیں گے۔

پھر فرض کرو کہ ہم نے گورنمنٹ کو معاملہ نہیں دیا اور گورنمنٹ کی مشینری کے تمام پرزوں کو کچھ دیر کے لئے حرکت کرنے سے روک دیئے تو اس وقت ہندوستان گورنمنٹ سے بیزار سمجھا جائیگا۔ تب ہندوستان المعروف نافرمانی کے نام سے سمجھا جائیگا کہ گشت دنوں کے دریا بہینگے۔ تاہم فتح قوم کی ہوئی ہیں سول نافرمانی سوراجیہ کے حصول کا ہرگز وسیلہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ ایک ہندوستان جیسے ملک میں بادشاہی کا ظہور وسیلہ نہ ہوگا۔ شاید ہمارے ہم وطن یہی پسند کرتے ہیں۔

مہاتما گاندھی کانگریس کے بزرگوں کا سول نافرمانی سے یہی مطلب ہو جو بیان کیا گیا ہے تو اس سے سب سے پہلے غیر زمیندار اور زمینداروں کی ملکیت پر قابض ہونے کی تجویز نکلتی ہے۔ یہ تجویز شہروں کی غیر زمیندار آبادی کی مشکلات دور کرتی ہے۔ ایک انتقال اراضی نے جو غیر زمیندار آبادی کی راہ میں روکاوٹیں پیدا کی تھیں ان کو دور کرنے کی اس میں راہ نکالی گئی ہے۔ شاید سول نافرمانی کرنے والے معاملہ دینے سے ضرور انکار کریں گے۔ سرکار معاملہ وصول کرنے کے لیے لوگوں کا مال و اسباب اور گھر بار ضرور نیلام کریگی۔ نیلامی میں مال و اسباب سستا نیلام ہوگا۔ اسے خریدنے کے لئے غیر زمیندار آبادی ہوگی۔ اب اگر کانگریس یہ کہے کہ غیر زمیندار نیلامی کے مال کو نہ خریدیں تو کانگریس کے اس حکم کی غیر زمیندار آبادی کیونکر تعمیل کرے گی؟ ان کو بعض کے حوالے کیسے بر لائیگا۔

اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ غیر زمینداروں کو یہ کام سوراجیہ کے حصول کے لئے کرنا ہے تو غیر زمیندار کو جو اس عظیم نفع سے محروم کیا جاتا ہے سوراجیہ کونسا زیادہ نفع دیگا۔ موجودہ حکومت تو سول نافرمانی کے دور میں غیر زمینداروں کو زمیندار بننے کا حق دیگی یا زمینداروں کے مال و اسباب سے غیر زمینداروں کو بہت نیلامی کا مال کر دیگی۔ یہ سوراجیہ ان کو کیا دیگا جو موجودہ حکومت نہیں دے سکتی۔ اسپیشل کانگریس تو اسی سے غیر زمیندار آبادی کی ترقی کے راستے بند فرما رہی ہے۔

اس کے سوا اب سول نافرمانی پر غور کرو۔ اس طریق عمل میں درحقیقت گورنمنٹ اور زمیندار آبادی کی جنگ کرانی منظور رکھی گئی ہے۔ فرض کرو کہ لاہور کے ضلع کے چند گاؤں نے معاملہ دینے سے انکار کر دیا تو سرکار کا یہ کام ہوگا کہ ان گاؤں کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ مکانات پر تالے لگا کر مالکان مکانات کو باہر نکال دیوے۔ اور گاؤں پر پہرا لگا دیوے۔ ان گاؤں کی تمام آبادی جو گھروں سے نکالی جائیگی کب تک بھوک وغیرہ کا مقابلہ کریگی۔ ملٹری نے ایسے لوگوں کو فوراً قانون کے تابع کر لینا ہے۔ اور معہ سود معاملہ وغیرہ وصول کر لینا ہے کیونکہ گورنمنٹ نے رعیت کے اس فعل کو بغاوت کا ہم معنی خیال کرنا ہے جس کے سبب سے ایسی رعیت ملٹری کے سپرد کر دی جائیگی۔ اور ملٹری کی مداخلت

درمیان ہوتا ہے جس سے ہم خائف ہیں۔ پس ہم سول نافرمانی کے اصول پر چل کر ہم گورنمنٹ کو کیسے عاجز کر دیں گے۔ اس کے برعکس ہم کو تو صاف یہ حقیقت دکھائی دیتی ہے کہ گورنمنٹ ہم کو عاجز کر دیگی۔

پس اگرچہ سول نافرمانی کانگریس کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے استعمال سے سوراجیہ کا حصول یقینی سمجھا جاتا ہے پر ہم نے اختصاراً دکھایا ہے کہ اس اصول پر عمل پیرا ہونا اول تو محال ہے۔ دوم اگر لوگ اس پر عمل بھی کر دکھائیں تو ان کو معاملہ وغیرہ ضرور ادا کرنا پڑیگا۔ گورنمنٹ نے ایسے ہزاروں ہتھکنڈے دیکھے ہیں۔ وہ سول نافرمانی کی کیا پرواہ کر سکتی ہے۔ اس سے ان میں گورنمنٹ بامقدور ہے۔

مولا نصیر

سوال جو بار خدا یا عرش کا نام آیا کیوں

کرمیرے نقش سے غیرت میں ہاں کھئے

یا دوش پیکر نصیر الملت والدین۔ مولانا المظفر مولوی نصیر الدین صاحب مد ظلہ آپ کو خوش رکھے۔ عزت و آبرو کے ساتھ اپنے جلال کے واسطے آپ کو اپنی خدمت میں روز افزوں برومند فرما دے۔ مولانا آپ فرما دیجئے کہ یہ دعا و خط کیسا بے ادب ہے۔ بدزبان ہے نہ بیجان۔ بڑے میاں جو مرضی ہو کہو لیکن میرے خداوند کی حمد میں جو آپ نعت خوانی کرتے ہیں جس ہاتھ سے آپ تحریر کرتے ہیں جی کرتا ہے کہ اس کو چوم لوں۔ آپ نے ہم غریب پنجابیوں کی لاج رکھ لی ہندوستان میں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ ہندوستانی ہیں یا پنجابی ہیں۔ لیکن میرے خداوند کے عاشقوں میں سے ہیں جو یاد خدا سے کہتے ہیں

تھے کہ خیالات و شعر و سخن سے واقفیت نہ عروض سے آگاہ۔ دل زبان و دہن۔ مگر خداوند نے اپنی مدح خوانی کے لئے جناب میں آپ کو پیدا کر دیا آپ کے مدحیہ قصیدہ سنہ وہ رسی پر آپ سے لکھا ایسا خوش کر دیا کہ میں تو تھوڑے زمانہ آپ سے ہوکر بیر سے منت کش ہو رہا بڑی اللہ دل سے جو شش... ہو سے پرورہ اور ہی قدر بھی حاصل کرتا سبب سے مولانا رحمت اللہ استاد مرحوم کا وصال ہوا۔ اور استاد اس کا تم اصل جگت تھا خدا نے آپ جیسا پس سے جوہر عاشق۔ اپنی رحمت سے نصیر جیسی عنایت فرمایا۔ بجا ہیں کا خیال ہے کہ آپ کو قوم کی طرف سے کوئی خطاب دیا جائے۔ آپ بجائے کی شعرا کے بادشاہ ہیں خراج تحسین وصول کئے جاویں۔ وہ اگر کوئی ترقی تا ہے خدا اچھا ہے بشرطیکہ زندگی ملا دیا گئی بسیج کا مدح خواں خطاب کافی ہے۔

بیا بخواں غزل خوب و طرفہ در پرسند
کہ شعر تست طرح نقش و رہا نقد اهانقد چہ

کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ ناظرین نے زمانہ میں حضرت واعظ کی پانچ بھیجیا کے سوانح کے سلسلہ میں ان حیرود صاحبان مدح و مدد رح کے عقیدہ اپنی شستہ زبان کا مطالعہ کیا ہوگا۔ کچھ ذوق جو رک تھی۔ دونوں کو شاعر و منطقی دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ معاملہ طول کھینچیگا عموماً اس قسم کی باہمی تنقید و تنقید کا نتیجہ ترش زبانی اور سخت گوئی ہوتا ہے لیکن مقام شکر ہے کہ حضرت واعظ کا واعظانہ عمل ہوا خوب رنگ لایا۔ آپ شکر سخن فہم اور سخن سنجی اس پچ نصیر کے کلام کی چاشنی نے آپ کے مذاق پر ایسا اثر کیا کہ اب آپ دل و جان سے نصیر کے والہ و شیدا ہیں۔ جس سے اس واقعہ سے از حد مسرت ہو

کہ وہ مقولے بمصداق ہزار کو بیکدوم بر گشتہ و شنیدہ نصیر سے جنگیر ہو کے ہاتھ پھیلائے ہیں اور امید واثق ہے کہ نصیر صاحب بھی ان کے دامن تمنا کو قبلی مراد سے پر کرنے میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہیں کرینگے۔ ایڈیٹر

ایشیا

سنہ ۱۹۲۰ء میں کل جنگلی جانور ۵۵، ۲۳۲ مارے گئے۔ ان میں سے ۱۶۱۹ چیتے تھے۔ ۲۱۰۰ بیرڈ مارے گئے۔ ۲۸۰ بھالو مارے گئے۔ ۳۲۲۰ جبیر بیے مارے گئے۔ کل انعام جو جنگلی جانور مارنے والوں کو دیا گیا اس کا شمار ۱۹۴۲۰۵ روپیہ تھا بل سانپ سنہ ۱۹۲۰ء میں ۲۳، ۲۱۳ مارے گئے۔ پر ان کی ہلاکت کے لئے جو انعام دیا گیا وہ صرف ۴۲۳ روپیہ تھا۔

لنڈن ۲۱ جنوری کی خبر ہے کہ ہندوستان کی بے چینی کی وجہ سے انگلینڈ میں بھی بے چینی ہے اہل الرائے ہند کی بیماری کے مختلف علاج تجویز کرتے ہیں۔

کراچی ۲۴ جنوری کی خبر ہے کہ لاہور سے کشمیر تک ہوائی راستہ تیار ہونیوالا ہے۔

پشاور ۲۴ جنوری کی خبر ہے کہ ہندوستان اور افغانستان کے عہد و معاہدہ کے سبب سے افغانستان گورنمنٹ پر عمدہ اثر ہوا ہے۔ امیر اصلاح پر متوجہ ہو گیا ہے۔ باہمی تجارت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

لودھیانہ ۲۴ جنوری کی خبر ہے کہ آگرا ین ڈبلیو آر کے کارکنوں کے مطالبے پورے نہ ہوئے تو وہ فروری کو سٹرائک ہو جائیگا۔

گورکھپور سے گورنمنٹ کی تائید میں ایک مینیفسٹو شائع ہوا ہے جس پر ۹۰ دستخط ہیں ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کے روز لکھا گیا ہے۔ دستخط بھی بڑے بڑے آدمیوں کے ہیں۔

لنڈن ۲۱ جنوری کی خبر ہے کہ برٹش امپیرین کمیٹی نے ایک چٹھی سپریم کونسل کو لکھی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ترکی کے معاملے کا فیصلہ کرتے وقت آرمینیا کو ترکی سے الگ کر دینے کا خیال رکھے ساتھ ہی غیر ترکی گروہوں کے حقوق کا جو ایشیا کوچک میں آباد ہیں۔ اس خط میں کونسل کو یہ مشورہ بھی دیا گیا ہے کہ ایک یورپین کونسل ترکی میں رکھا جائے جو شرائط کی تعمیل کی نگرانی کرتا ہے۔

میمن سنگھ ۲۴ جنوری کی خبر ہے کہ وہاں مجالس کا منع ہونا نہ کیا گیا ہے کچھ گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں۔

لکھنو ۲۵ جنوری کی خبر ہے کہ یو۔ پی گورنمنٹ نے آج تک ۹۰۰ گرفتاریاں کی ہیں۔ ان میں سے ۵۷۴ رہا کر دیئے گئے ہیں۔

ہانگ کانگ ۲۰ جنوری کی خبر ہے کہ تمام شہر میں اسباب سے لدے ہوئے گھوڑے ہیں۔ کوئی مزدور کام کو راضی نہیں ہے۔

ٹیٹاگڑھ کے کارخانے کے کارندوں میں سخت ابتری پیدا ہوئی۔ پولیس کو بندوق چلانی پڑی ایک آدمی مرا اور ۸ زخمی ہوئے۔

مظفرپور اور چمپارن ۲۱ جنوری اور ۲۵ جنوری کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر بھی سول نافرمانی شروع ہو گئی ہے۔

شہزادہ ویلز ریاست میسور سے حیدرآباد میں رونق افروز ہوئے جسٹیشن سے قصر فلک نما تک پانچ میل کے فاصلہ میں ریاست کی فوجیں اور

۔۔ مزار طلبا مدارس اور عام خلقت سے وابستہ تھی۔

ہم خوشی سے یہ خبر شائع کرتے ہیں کہ مسٹر بہاری لال بی۔اے ایس سی تمغہ یافتہ قیصر ہند ہیڈ ماسٹر مشن سکول لودیانہ لاہور کے رنگ محل سکول کے ہیڈ ماسٹر ہو کر تشریف لاتے ہیں ہم آپ کو لاہور کی مسیحیوں کی جانب سے مبارکباد کہتے ہیں۔

کیا مالاباری ہندوؤں کو مرنے دیا جائے

بعض ہندو سے اخبار مطبوعہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۲ء

مندرجہ بالا سرخی دیکر رقمطراز ہے کہ پانچ مہینے بیت رہے ہیں اور ابھی تک مالابار کے مصیبت زدہ ہندوں کی مصیبت کا خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ گذشتہ ستمبر میں جب مالاباری ہندوؤں کی عالمگیر تباہی کی خبریں پنجاب میں پہنچی تھیں تو ان پر یقین کرنے کے لئے دل مائل نہیں ہوتا تھا اور رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ کہیں یہ خبریں مبالغہ کا رنگ حاصل کرکے ہندو مسلم اتحاد کے دشمنوں کے حلقوں سے نکل رہی ہوں۔ لیکن اب تو کل مہینے ست چکے ہیں سارے شبہات جاتے رہے ہیں جبکہ تحصیل پار دنعل کانگریس کمیٹی مالابار ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کالیکٹ اور خلافت کمیٹی ارناڈ کے ہندو اور مسلمان سکرٹریوں نے صاف طور پر ان ساری باتوں کو ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی سرپور: ہندوؤں پر بلا وجہ بغیر کسی اشتعال دلانے کے محض اسلئے کہ وہ بد قسمت کافر تھے ان پر مظالم برپا کئے ہیں۔ معصوم دیویوں سے حیوانی سلوک کیا گیا۔ ہندو مندر اور ہندوؤں کے گھر آگ کی نذر کئے گئے کل مال و متاع لوٹ لیا گیا اور لاکھوں ہندو کو خانمان برباد کر دیا گیا۔ لاکھا ہی ہندو آج کالیکٹ میں مٹھی بھر چاولوں کے لئے ترستے نظر آتے ہیں۔ محض تنقا ہیں تک کیجاتی تو ہم مسلمانوں کو معاف کیا جا سکتا تھا کہ شاید وہ بے کے بہکائے انہیں ایسے حیوانی افعال کرنے پر مجبور کر دیا ہے لیکن اس بات کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا گیا۔ ہندو عورتوں کو مسلمان کرکے موپلوں کے ساتھ جبراً شادیاں کر دی گئیں۔

یہ کل واقعات خون کے آنسو رلانیوالے ہیں۔ در ہندوستان کی تحقیق میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ اس وقت جبکہ تمام ہندو ہو رہے ہیں جب ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد ڈالی جا رہی ہو اور اس پر متحدہ قومیت کا ایک عالیشان محل تعمیر کیا جا رہا ہے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہندوستان بھر کے مسلمان اس موقعہ کو بھی ایک الٰہی بخشش سمجھینگے اور اس بات کو محسوس کرینگے کہ بہاتما نے انکے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے ان کے لئے ایک زریں موقعہ پیدا کیا ہے اور وہ اپنے رویہ سے ظاہر کر دینگے کہ وہ موپلوں کے ان مظالم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مالاباری ہندوؤں کے لئے صرف زبانی ہمدردی کرتے ہیں بلکہ دل کھول کر ان کی امداد کرتے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اس وقت اپنے طرز عمل سے ایثار دکھلایا تو کچھ شک نہیں جو طوفان ہندو مسلم اتحاد کو متزلزل کر رہا ہے وہی اس کی مضبوطی کا باعث بن جائیگا اور آئندہ ایسے واقعات کا ظہور ہونا ایک حد تک ناممکن ہو جائیگا۔

ہندوؤں کے لئے بھی یہ ایک امتحان کا وقت ہے اور اگر اسے ہندو برداشت کریں تو کہنا پڑیگا کہ کل جبہ فیرلی۔ بزدلی نامردی اور بزدلی کا کھلا بیان ہے۔ ان اعداد کو دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے کہ مالابار میں جہاں یہ کل مظالم ہوئے ہندو کی تعداد بہت بھاری ہے ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں ۳۰ لاکھ کرسچین اور ملکر بھی شامل ہیں جن میں سے ہندو ۲۰ لاکھ ہیں مسلمان ۳ لاکھ ہیں اور عیسائی لاکھ ہیں ۲۰ لاکھ ہوتے کے ہوا لاکھ موپلوں سے تباہ کئے گئے۔ یہ کل ایک بڑی بھاری وجہ ہے اور جیسا کہ بندے ماترم کے حضرت ایڈیٹر صاحب لالہ رام پرشاد جی نے لکھا ہے کہ اس وجہ سے ان پر یہ آفت نازل ہوئی ہے اور وہ یہ کہ ان ۲۰ لاکھ میں ۵ لاکھ وہ لوگ ہیں جنکا ہندو ملک کوئی تعلق نہیں جن کے سایہ سے اونچی ذات کے ہندو کس طرح جاتے ہیں جیسے کہ تیرے ٹیڈ ان ۵ لاکھ کی شکل تک دیکھنے سے باقی کے ۱۵ لاکھ ناپاک ہو جاتے ہیں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی اس نفرت نے ۵ لاکھ کی تمدنی حالت بدتر بنا دی ہے اور حیرت ہے کہ ابتک یہ ہندو کس طرح ہیں اور اگر زندہ ہیں تو زندہ کس طرح رہتے ہوئے ہیں۔ باقی کے ۱۵ لاکھ بھی تو ہیں اتنے جدا ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرے کو کوئی ہمدردی نہیں رہا کہیں کوئی آزاد ہے وہ اپنے آپ کو تن تنہا بے کس اور بے بس سمجھتا ہے ان کی اس حالت نے ان کو نشانہ مظالم بننے میں مدد دی اور جب تک مالاباری ہندوؤں کے اندر سے اس زہر کو نکالا نہیں جائیگا وہ یا بار ظلم کے مظالم کا شکار ہوتے رہینگے۔

ہندوؤں کے سامنے تین زبردست کام

گویا مالاباری ہندو کو بچانے کے لئے ہندوستان کے ہندو کے سامنے تین کام پڑے ہیں (اول) خانمان برباد کیس بے بس اور نادار ہندوؤں کو امداد پہنچانا (دوم) جبراً مسلمان شدہ ہندو کو پھر ہندو بنانا (سوم) مالاباری ہندوؤں کے اندر سے چھوت چھات اور اونچ نیچ کے بھوت کو دور کرنا۔

پہلا کام شروع ہو چکا ہے اور مختلف کمیٹیوں کی طرف سے امدادی کیمپ وہاں کھلے ہوئے ہیں جن میں کیمپ کی تعداد کا پتہ نہیں۔ آریہ سماج کے کیمپ سے اس وقت ۱۸ سو مرد عورت اور بچے روزانہ خوراک حاصل کر رہے ہیں جن میں ۵ سو وہ ہندو بھی شامل ہیں جو جبراً مسلمان بنائے گئے تھے اور اب پھر ہندو بن چکے ہیں۔ لیکن مصیبت زدوں کی تعداد دن بدن زیادہ ہو رہی ہے

خیال کیا گیا تھا کہ اب بغاوت کا زور کم ہو گیا ہے اور لوگوں نے اپنے اُجڑے ہوئے گھروں کو واپس جانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن کالیکٹ سے آریہ سماج کے آنریری پنڈت رشی رام جی کی چٹھی آئی ہے کہ چونکہ ابھی تک قتل و خونریزی جاری ہے۔ اسلئے لوگ پھر واپس آ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جبراً مسلمان شدہ ہندو بھی اب زیادہ تعداد میں آ رہے ہیں۔ کیونکہ موپلوں کی گرفت کچھ ڈھیلی پڑ گئی ہے اور جبراً مسلمان شدہ ہندو ان سے [illegible] کی طرف آ رہے ہیں۔ اس لئے ان آفت زدوں کی آؤ بھگت اور امداد کے لئے [illegible] کی ضرورت ہے۔ دوسرا کام زیادہ مشکل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندو دھرم کے بڑے بڑے پنڈتوں اور [illegible] نے یہ [illegible] فتویٰ دے دیا تھا کہ جبراً مسلمان شدہ ہندو اصل ہندو ہی ہیں لیکن جو آدمی مالابار میں [illegible] ان کے [illegible] کے ہندو کے [illegible] معلوم ہوا نہیں ہو سکتا کہ یہ فتویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتے پنڈت رشی رام کی چٹھیوں سے ظاہر ہوتا ہے اور ساتھ ہی ذاتی طور پر [illegible] کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] اس کام میں [illegible] بن رہے ہیں اور ان لوگوں کے اندر وید شاستر اور پرانوں کے حوالوں سے یہ بات جتلانے کی ضرورت ہے کہ [illegible] لوگ پھر ہندو بن سکتے ہیں۔ یہ کام بھی آریہ سماج نے وہاں شروع کر دیا ہے۔ مالابار کی ملیالم زبان میں لٹریچر تیار ہو رہا ہے۔ جو کثرت سے وہاں پھیلایا جائیگا اس کام پر بھی ہزاروں روپے خرچ ہونگے اور کئی درجن والنٹیر یہ کام کرنے کے لئے مالابار جائینگے۔ تیسرا کام سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس کے لئے کل ہندوؤں کی ہی نہیں بلکہ کانگرس کی بھی متحدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ وہاں کے ہندوؤں کے اندر سے اگر چھوت چھات اور اونچ نیچ کی نفرت انگیز تمیز دور کر دیا جائے تو بقول مہاتما گاندھی ہم ہندوؤں کے اندر سے ایک بڑا شیطانی فعل دور کر دینگے۔ اور یقیناً اس کام کو آریہ سماج نہایت خوبی اور خوبصورتی سے کر سکتا ہے۔ اور اب جبکہ مالاباری ہندوؤں کے زخم تازہ ہیں یہ کام زیادہ آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مالاباری ہندوؤں نے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ اگر وہ متحد ہوتے تو وہ اتنی بھاری تباہی کا شکار نہ ہوتے

یہ تین اہم کام ہندوؤں کے سامنے ہیں۔ پچھلے اکتوبر میں جب مہاتما [illegible] جی نے آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا [illegible] لاہور کی طرف [illegible] کو پیار کرنے کے لئے اپیل کی تھی تو لوگوں کے دل شک و شبہات سے لبریز تھے۔ لیکن اب جبکہ کانفرنس اور خلافت کمیٹیوں کی طرف سے حقیقت کو ظاہر کر دیا گیا ہے تو کیا یہ لازمی نہیں کہ ہماری غفلت [illegible] اور شک نے جو مزید مظالم مالاباری ہندو سہ چکے ہیں ان کی اب تلافی کی جائے۔ اس کام میں مسلمان بھائیوں کو اپنے ساتھ لینا چاہئے۔ اور ان سے بھی پوری مدد حاصل کرنی چاہئے۔

زیادہ ضرورت اس وقت روپے کی ہے پنجابی ہمیشہ اس کام میں آگے رہے ہیں۔ بھگتوں اور جینیوں پر دیا دکھلانے والے سیٹھ رام لال مشہور رہے ہیں۔ لیکن اس وقت تو ان کے [illegible] لاکھ بھائیوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے اُن کی بربادی اور تباہی کے نقشے کھینچنے ضروری نہیں ان پر جو کچھ بیتی ہے اگر وہ حالت پنڈت رشی رام آریہ والنٹیر کی چٹھیوں سے لکھے جائیں تو خون اُبل آتا ہے۔ موپلیوں کی حرکت سب کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مالاباری دیویاں آج ایک ایک چیتھڑے کے لئے محتاج ہیں۔ ذی عزت عالی خاندان کے لوگ سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں پاتے بلکہ کھانے کے لئے ایک ایک دانہ کو ترستے ہیں۔ پنجاب کے ہندو کیا وقت نہیں پہنچا جبکہ اپنی بے غیرتی۔ بزدلی۔ بد دلی کی تھوڑی بہت تلافی کی جائے اور مالاباری ہندوؤں کو محسوس کرایا جائے کہ ہندوستان کے ایک کونہ میں صرف وہی پچاس لاکھ آباد نہیں ہیں بلکہ ان کے اور بہن بھائی بھی ہندوستان میں رہتے ہیں۔

خوشحال چند خورسند اسسٹنٹ سکرٹری
آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا پنجاب
سندھ و بلوچستان — لاہور۔

معزز خریداران نور افشاں

ہم اُن سب صاحبان کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہماری پہلی درخواست پر ہی نور افشاں کے لئے اپنا سالانہ چندہ منی آرڈر اور وی پی کے ذریعہ دفتر میں بھیج دیا۔ باقی جن صاحبان نے اپنا سالانہ چندہ منی آرڈر کے ذریعہ ارسال نہیں فرمایا اُن کی بابت ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ وی۔ پی پسند کرتے ہیں اس لئے ہم اُن صاحبان کو اطلاع دیتے ہیں کہ جن کے نام نمبر ۱۰۰ سے ۲۰۰ تک ہیں اُن کے نام ۱۰ فروری کا پرچہ وی پی ایگا۔ پھر اگلے ہفتہ یعنے ۱۷ فروری کا پرچہ نمبر ۲۰۰ سے ۳۰۰ کے نام وی پی ہونگے۔ وعلی ہذا القیاس۔ امید ہے کہ جملہ صاحبان وی پی منظور فرما کر ہماری ہمت افزائی فرمائینگے

مینیجر نور افشاں

تیرے نقشِ پا سے روغن ٹپکتا ہے

زبور ۶۵: ۱۱

حیوانی زندگی کی قوت کا مدار بلکہ یوں کہیں کہ حیوانی زندگی روغن یعنے چربی پر موقوف ہے۔ چربی یعنے روغن ہی ہے جو انسان اور حیوان کو خوبصورت بناتا ہے۔ یہی چیز حسن کو چمکا دیتی ہے جسے دیکھتے ہی انسان کا دل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ بڑھاپے میں انسان کی خوبصورتی رخصت ہوتی ہے۔ بیماری میں جب چربی سوکھ جاتی ہے تو خوبصورت سے خوبصورت بھی بدصورت ہو جاتا ہے قحط زدہ بچوں کو کبھی دیکھا ہوگا اگرچہ نقش ونگار کسی قدر قائم ہوتے ہیں۔ مگر چربی کے سوکھ جانے سے صرف ہڈی اور چمڑا رہ جاتا ہے۔ کیسے بدصورت اور بھیانک نظر آتے ہیں۔ یاد رہے کہ خوبصورتی رنگ پر موقوف نہیں۔ گورے رنگ بھی بدصورت ہوتے ہیں۔ انسان کا بچہ کیسا ہی کالا ہو۔ مگر جب اُس کا جسم چربی سے گٹھا ہوا ہے تو وہ بھی خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ حبشی بھی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ خوبصورتی روغن یعنے چربی کی ہے۔ ایک ہی والدین کے دو بچوں کا مقابلہ کریں جن میں سے ایک تندرست چربی سے بھرا ہے۔ دوسرا بیماری سے لاغر ہو رہا ہے۔ یہ بدصورت دکھائی دیگا۔ دوسرا خوبصورت ہوگا جس گھر میں دودھ اور روغن ہے وہاں حسن کی برکت ہے۔ زمین کی چکنائی بڑی برکت ہے۔ یہی برکت ہے جو اضحاق یعقوب کو دیتا ہے۔ خدا آسمان کی اوس اور زمین کی چکنائی (روغن) اناج اور مے کی زیادتی تجھے بخشے۔ (پیدائش ۲۷: ۲۸) عیساؤ کو بھی یہی برکت دی گئی۔ دیکھو زمین کی چکنائی اور اوپر آسمان کی اوس سے تیرا قیام ہوگا۔ پیدائش ۲۷: ۳۹۔

دیکھئے آجکل ملک میں کیسا شور مچ رہا ہے کہ دودھ نہیں ہے۔ گھی نہیں ملتا۔ اس لئے طاقتیں جاتی رہی ہیں۔ چکناہٹ۔ روغن چربی یہ خوش نصیبوں میں داخل ہیں۔ پنجابی میں مثل ہے کہ دودھ پوت نصیبوں سے۔ جسمانی زندگی خوبصورتی۔ قوت روغن میں ہے جس کی آیت ہے۔ تیرے نقشِ پا سے روغن ٹپکتا ہے یعنے اے خدا جدھر سے تو گذرا۔ جہاں تیرے پاؤں کا نقش ہوا وہیں زندگی۔ قوت اور حسن پیدا ہو گیا ہم اپنے خداوند یسوع کے نقش پا سے واقف ہیں۔ جدھر سے اُس کا گذر ہوا زندگی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ اُس کے نقش پا سے روغن ٹپکتا تھا۔ اندھے بینا۔ بیمار تندرست۔ مُردے زندہ ہو جاتے تھے۔ قوت نکلتی تھی۔ ۱۲ برس کی بیمار عورت ۳۸ برس کا بیمار مرد کس طرح اچھے ہو گئے۔ کبڑی عورت جس کی چربی سوکھ گئی تھی کیسی قوت سے مضبوط ہو گئی۔ خداوند یسوع کے آنے سے پیشتر دنیا کیسی بنجر تھی حزقی ایل کی نبوت ہڈیوں سے میدان بھرا تھا۔ مگر جوں اُس کا قدم دنیا پر پڑا وہیں روغن ٹپکا۔ یورپ۔ آدم خور جنگلی بت پرست ممالک کس طرح اُس کے نقش پا کے روغن سے تروتازہ ہو گئے۔ توہمات جاتے رہے۔ اندھاپا دُور ہو گیا چین۔ جاپان۔ ہند کی کایا پلٹ گئی۔ مردہ قومیں زندہ ہو گئیں۔ ذرا تھوڑی دیر میرے ساتھ مل کر غور کریں وہی ہندوستان ہے جو ہمیشہ غیروں کی غلامی میں رہا ہے۔ پانچ سو برس تک مسلمانوں نے اس پر حکومت کی۔ ہندوستان کو کبھی خیال نہ آیا کہ سوراج حاصل کریں۔ مگر اب انگریزی حکومت کی ایک صدی ان کے واسطے بہار ہو گئی ہے۔ لوگ مساوات چاہتے ہیں۔ یہ صرف خداوند یسوع کے نقش پاک کی برکت ہے مسکین بندوں کے دل پر آسمانی روغن ٹپکا ہے کہ جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں ویسا ہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو۔ آج ہر ایک خداوند مسیح کو پیش کر رہا ہے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ جو کچھ مسیح نے کیا میں وہی کر رہا ہوں۔ لجیاوتی پرنسپل کنیا گرلس سکول جالندھر صاف کہتی ہیں کہ جس ہتھیار سے مسیح نے دنیا کو فتح کیا اسی ہتھیار سے ہم فتح کرینگے اور وہ محبت ہے۔ الحمد للہ کیسا روغن ٹپک رہا ہے۔

جنوبی ہندوستان میں پادری ایک قوم ہے جو پہلے ڈاکوؤں کا گروہ تھا۔ جرائم پیشہ تھے۔ وہاں اُن کو مسیح کے نقش پا سے روغن ٹپکا۔ اب وہ لوگ کل بھی پادری کے نام سے مشہور ہیں۔ اُن کے اپنے پاسٹر اپنے گرجے اپنے مناد اور اپنے سکول ہیں۔ اس روغن سے وہ سوکھی ہڈیاں کیسی خوبصورت ہو گئی ہیں۔ کتنی فوج ایسے رنگوں میں کام کرتی ہے۔ مُردہ قومیں زندہ ہو رہی ہیں ہمارے ہاں کا حال ہے۔ بہتر ہزار تمام اچھوت ذاتیں جن کی چربی بڑی ذات والوں نے ظلم سے پگھلا دی تھی اب اس الٰہی روغن سے اُن پر بحالی آگئی۔ قومیں کیا خال ہونے لگ گئے۔ یہاں تک کہ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ جب تک اچھوتوں کو اپنے ساتھ نہ ملاؤ گے۔ سوراجیہ حاصل نہیں کر سکتے۔ خداوند کے نقش پا سے ایسا روغن ٹپکا ہے کہ روحانی اور جسمانی مردہ زندگی۔ قوت حسن وہاں سب کچھ بنی آدم کو حاصل ہو رہا ہے۔

جہاں سے خداوند یسوع گزرتا وہاں ضرور روغن ٹپکا وہیں زندگی۔ خوبصورتی اور قوت پیدا ہوگی۔ اخلاقی اور روحانی حسن چہرہ پر ہوگا۔ بلکہ چہرہ پر پھوٹ پڑیگا۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہونگی۔ ابراہام کو خداوند نے فرمایا کہ میں تجھ کو مبارک کرونگا تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا۔ روحانی آسمانی برکات کی وجہ سے تیرا روحانی وجود ایسا بھرپور ہوگا کہ تمام دنیا اُس سے برکت پائیگی۔

اے میرے عزیز مسیحی بھائیو۔ نیا سال شروع ہو چلا ہے۔ گذشتہ سال کس قدر برکتیں ہم نے حاصل کیں؛

کیا یسوع ہمارے گھروں میں گذرا ہے؟ ہمارے خاندانوں میں اس کے نقش پا کا روغن لیکا ہے؟ ہمارا روحانی حسن ہمارے ہمسایوں کو خیرہ کر رہا ہے؟ وہ متعجب ہوتے ہیں کہ ہماری زبانیں کیسے خوبصورت ہوئے ہیں، ہم جنگلی اور چور تھے کیسے شریف ہوگئے؟ کیا وہ ہماری نسبت یہ گواہی دیتے ہیں کہ یسوع کے ساتھ تھے جیسے پطرس اور یوحنا کی نسبت گواہی دی گئی۔

کبھی چربی زیادہ بن جاتی ہے تو وہ موت کا سبب ہوجاتی ہے۔ اکثر دیکھا ہوگا کہ موٹے آدمیوں کا ہارٹ فیل ہوجاتا ہے اور وہ اچانک موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی حال جب خدا کا فضل انسان پر کثرت سے ہوتا ہے تو وہ اکثر مغرور ہوجاتا ہے۔ یوں اس کی روحانی موت ہوجاتی ہے۔ جیسا استثنا ۳۲ میں مرقوم ہے کہ یسورون موٹا ہوگیا اور لاتیں چلانے لگا۔ تو تو موٹا ہوگیا تو بھاری ہوگیا اور چربی میں چھپ گیا۔ تب اس نے خدا کو اپنے خالق کو چھوڑ دیا اور اپنی نجات کی چٹان کو حقیر جانا...... یہ بنی اسرائیل کا حال ہوا جس نے خدا کے نقش پا کے روغن سے موٹا ہوکر اپنے مالک کو چھوڑ دیا اور تباہ ہوا۔ کیا یہی حال آج مسیحی کلیسیا کا نہیں؟ خداوند نے فرمایا ہے چھوٹے گلہ مت ڈر کیونکہ تمہارے باپ کو پسند آیا کہ بادشاہت تمہیں دے۔ جب اس نے تمام دنیا کی بادشاہت یورپ کی مسیحی کلیسیا کو بخش دی تو وہ چربی میں چھپ گئی۔ لاتیں چلانے لگی۔ اس نے اپنے خالق خداوند کو اور اپنی نجات کی چٹان کو چھوڑ دیا نفس پرستی اور دولت پرستی میں غرق ہوکر تباہی کا منہ دیکھا اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ روس تباہ۔ جرمن برباد۔ فرانس نیم جان۔ بیلجیم کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ آسٹریا دیگر ریاستیں بلقان برباد ہوئے۔ امریکہ اور انگلستان میں ہنوز برقرار ہے۔ اس کی وجہ یہی خداوند کا فرمان ہے۔ مگر میں وہاں دس راستباز بھی پاؤنگا تو اُسے برباد نہ کرونگا۔ ہم جانتے ہیں کہ آخری دنوں میں بہتیرے کے سچے مومن ہیں۔ خدا کے پرستار مسیح کے عاشق مشنری کام کے بہانے دولت اور ہزاروں باقی ہیں۔ اس لئے خدا کی رحمت اُن پر ہے۔ چاہئے کہ اب وہ جلال عبرت حاصل کریں۔ ورنہ جیسا خداوند نے فرمایا ویسا ہوگا کہ اگر تم بھی توبہ نہ کرو تو اسی طرح ہلاک ہوگے۔

اے میرے عزیز بھائیو! خدا کا فضل مفت مت پاتے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی چربی میں چھپ جاؤ اور تباہی کا منہ دیکھو۔ دیکھو خداوند ہماری خبر لینے کو ہے وہ سرفراز کریگا۔ سلامتی کے دن نزدیک ہیں۔ اسے ہندوستان کی کلیسیا چاہئے کہ یورپ کے حال سے عبرت پکڑے۔

واعظ۔ کلارک آباد

پاور ہاؤس۔ قوت کا گھر

یادش بخیر مس کیمبل صاحبہ کو میں اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب وہ اس ملک میں وارد ہوئیں۔ چالیس برس ہو اس کے لگ بھگ ہوئے ہونگے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت اُن کی عمر ۲۰ - ۲۲ برس کی ہوگی۔ غضب کی ذہین۔ میں نے اُن کو اُردو الف بے پڑھائی۔ شاید ان کی کانوں میں قدرتی ذوق تھا بہت جلدی انہوں نے ہندوستانی میں بولنا سیکھ لیا۔ اور کیمپل کی خدمت میں جہاں وہ مشنری دو دو تین تین برس لگا دیتے ہیں انہوں نے اس قدر تاخیر مناسب نہ سمجھ کر پہلے ہی سال دورے میں کام شروع کردیا۔ طبیعت میں سادگی جیسی شروع میں تھی ویسی ہی اب تک رہی۔ نہ دوسرے مشنریوں کی طرح جو پہلے تو سادہ اور غریب مزاج ہوتے ہیں اور جوں جوں ہندوستان کا آب و دانہ کھاتے پیتے ہیں عزت اور حکومت ان میں گھر کر جاتی ہے دیسیوں سے ملنا ان کی شان کے خلاف ہوجاتا ہے۔ میں نے مس کیمبل کو ہندوستانیوں میں ہندوستانی دیکھا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض دفعہ فروتنانہ روحانی مشنری کسی ہندوستانی کے ہاں شب باش ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی اس وقت جبکہ وہاں کوئی پردیسی مشنری نہ ہو۔ مگر مس کیمبل باوجود ولایتی مشنریوں کی موجودگی کے ہندوستانی مسیحی کے گھر میں رہنا باعث فخر سمجھتی تھیں۔ میرے ہاں اُن کا آجانا اکثر رہا۔ بعض دفعہ دو دو تین تین دن مہمان رہیں۔ یہی طبیعت اُن کی اب تک ہے۔ اگرچہ وہ ہم میں ہندوستانی نہیں ہوگئیں وہ تو شاید ہوجاتیں مگر مشنریوں نے نہ ہونے دیا۔

جب سیالکوٹ میں آپ کا کام خوب چل رہا تھا تو مشنریوں کو نہ بھایا۔ جھٹ پٹ انکو وہاں سے ٹپکا۔ چیان اس وقت مشنریوں سے نا واقف تھا۔ گویا یہ درخت کے نیچے سرجانا نام لیتا ہے۔ یہاں انہوں نے ایسا کام کیا اور وہ جو ایک بیمار مشنری سے مشکل تھا عورت ذات نے کرکے دکھا دیا۔ جس کام کے واسطے مشن نے ایک پیسہ دینا منظور نہ کیا انہوں نے خدا سے لیکر کام کر دیا۔ لڑکیوں کا سکول ہوا۔ بڑی عمارتیں بن گئیں۔ گرجا بن گیا۔ بنگلے بن گئے ہسپتال تیار ہوگئے۔ ممبرنس ہال سٹیشن میں کھڑا کر دیا۔ یہ کام کس طرح بن گئے۔ بھلا ایک عورت اس قدر ہمت کر سکتی ہے۔ وہ خود اپنی نادانی اور بے بسی و بے کسی کی معترف ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ غریب نہیں اس کا راز کچھ اور ہی ہے۔ چند برس ہوئے کہ انہوں نے انگریزی میں ایک رسالہ لکھا جسکا نام انہوں نے ہنڈرڈ گرلس ان انڈیا رکھا۔ یعنی سو لڑکیاں ہندوستان اس سے اُن کی ہمت اور ایمان داری کا کس قدر پتہ چلتا ہے۔ مگر حال ہی میں جو انہوں نے تذکرہ

پادری ڈبلیو۔ کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں نکلسن روڈ لاہور کے لئے پنجاب پریس لاہور میں لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔